© rasailojaraid.com

افکارِ معاصرین
قسط نمبر۲

پروفیسر حافظ محمد دین قاسمی

'مفکرِ قرآن' بمقابلہ 'مصورِ پاکستان'

علامہ اقبالؒ مسلمانانِ برصغیر کی عظیم فکری شخصیت ہیں اور آپ نے شاعری کے ذریعے مسلم اُمہ میں بیداری کی لہر پیدا کی۔ اثر آفرینی اور ملی افکار کی بدولت آپ کی شاعری ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔لیکن ان غیر معمولی خصائص کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے جملہ افکار اور شاعری کو مقامِ عصمت اور تقدس حاصل ہے۔ ایک انسان ہونے کے ناطے اس میں بعض پہلوؤں سے اختلاف بھی کیا جاسکتا ہے، خود آپ کے افکار میں بھی ارتقا کا عمل جاری رہا جس کے اثرات آپ کی شاعری میں بھی جھلکتے ہیں۔

زیر نظر مقالہ میں بعض موضوعات کے حوالے سے شاعر مشرق علامہ اقبال اور منکر حدیث غلام احمد پرویز کے افکار ونظریات کا ایک تقابل پیش کیا جارہا ہے جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ پرویز نے محض اپنے مقاصد کیلئے علامہ اقبال کا نامِ نامی استعمال کیا ہے۔ آپ کے نام کو استعمال کرنے کی وجہ سے ایسا ہرگز نہ سمجھا جائے کہ علامہ اقبال بھی ایسے ہی خیالات رکھتے تھے اور نہ ہی یہ کہ پرویز کے ملحدانہ نظریات کو علامہ کی کوئی تائید حاصل ہے۔ اس مقصد کے لئے متعدد مثالوں کو پیش کرتے ہوئے دونوں کے اقتباسات کی نشاندہی پر ہی اکتفا کیا گیا ہے، جبکہ نفس مسئلہ کے بارے میں مقالہ کی طوالت کے پیش نظر اپنے تبصرہ یا ان پر محاکمہ سے گریز کیا گیا ہے۔ اس مضمون کی پہلی قسط اپریل ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی جس میں ۶ مختلف اُمور پر پرویز اور علامہ اقبال کے درمیان فکری تضادات کی نشاندہی کی گئی تھی۔ درمیان میں طلوعِ اسلام کے جوابات پر مبنی دو مضامین شائع ہوجانے سے زیر نظر مضمون میں انقطاع پیدا ہوگیا۔ دوسری اور آخری قسط اب ملاحظہ فرمائیے۔ ح م

ساتواں اختلاف 'تصوف' کی بابت

علامہ اقبالؒ اور پرویز صاحب کے مابین جن اُمور میں اختلاف تھا، ان میں ایک امر تصوف کا معاملہ بھی تھا۔ اوّل الذکر تصوف کے قائل تھے جبکہ مؤخر الذکر اس کے سخت خلاف تھے۔ تصوف کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ انسانی زندگی پر اس کے اثرات کیا ہیں؟ ان تمام اُمور سے قطع نظر کرتے ہوئے، یہاں صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ تصوف سے علامہ اقبالؒ کی دلچسپی اور ان کے متصوفانہ اشعار و اعمال کا ذکر، جب کیا جاتا

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ہے تو اس کی تردید میں پرویز صاحب یہ کہا کرتے تھے کہ

''اقبال کی طرف منسوب ان قصوں کا جواب یہ ہے کہ یہ اس زمانے یا ان لمحات کی باتیں ہیں جب قرآنی حقائق سے وہ متعارف نہیں ہوئے تھے، یا وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے تھے۔''[۱]

چکمہ بازی اور مغالطہ آرائی میں ...... بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر ......فریب کاری اور دھوکہ دہی میں 'مفکر قرآن' جناب چوہدری غلام احمد پرویز صاحب کا ایسا بلند مقام تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا فریب کار بھی ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ یہاں اُنہوں نے عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے اُدھوری بات پیش کی ہے، اور اسی بنا پر اپنے اس مفروضہ کو حقیقت کا جامہ پہنا کر پیش کیا ہے کہ تصوف اور قرآن گویا بنیادی طور پر ایک دوسرے کے خلاف اور باہم دگر نقیض ومتضاد ہیں، حالانکہ اپنے مقصودِ اصلی اور غایت اولیٰ کے اعتبار سے، اور زہد وتقویٰ کے مفہوم میں 'تصوف' قرآن کا مقصود ومطلوب ہے۔ تصوف آخر اس کے سوا کیا ہے کہ وہ پاکیزگی نفس، تطہیر قلب، رجوع الی اللہ اور اخلاص فی العمل کا نام ہے، خود طلوعِ اسلام میں پرویز صاحب ہی کے قلم سے، انہی اُمور کو 'تصوف' کہا گیا ہے:

''اعمال میں اخلاص کا ہونا ضروری ہے، اخلاص نہ ہو تو پھر اعمال یا محض ریاکاری ہوجاتے ہیں یا مشینی عمل کہ جس میں حرکت تو ہوتی ہے لیکن روح مفقود۔ جب عوام میں کچھ ظاہرداری آنے لگی تو حقیقت بیں نگاہوں نے اخلاص پر زور دیا، اور اعمال کے اصل مقصد یعنی تزکیۂ نفس، صفائی قلب، اِنابت الی اللہ اور خشیت ِباری تعالیٰ کی طرف توجہ دلائی، یہ سمجھئے تصوف کی اصل۔''[۲]

اب اگر تصوف کی اصل یہی ہے تو پھر نہ تو یہ قرآن سے کوئی الگ اور جداگانہ چیز ہے، اور نہ ہی اسلام سے کوئی متناقض یا متصادم تصور۔ قرونِ اولیٰ میں فی الواقعہ یہ تصوف موجود تھا، مگر یہ نام موجود نہ تھا، آج یہ نام موجود ہے، لیکن وہ حقیقی تصوف موجود نہیں ہے۔ لاریب اصل اور حقیقی تصوف میں آج کچھ ایسے اُمور بھی شامل ہوچکے ہیں جو قرآن وسنت سے بیگانہ ہیں۔

بہرحال 'مفکر قرآن' نے تصوف کے معاملہ میں پہلا مغالطہ تو یہ دیا ہے کہ اسے قرآن کے

---

① طلوع اسلام، مئی ۱۹۸۴ء، ص ۳۰ ② طلوع اسلام، مئی ۱۹۴۰ء، ص ۴۲

www.KitaboSunnat.com

نقیض کے طور پر پیش کیا ہے، اور یہ کچھ اُنہوں نے پوری کی بجائے، اُدھوری بات پیش کرتے ہوئے کیا ہے، اور دوسرا مغالطہ یہ دیا ہے کہ اقبالؒ کے متصوفانہ اُمور و واقعات کو اُن کے 'قرآنی حقائق سے متعارف' ہونے کے دور سے قبل کے واقعات قرار دیا ہے اور ساتھ ہی یہ تاثر دیا ہے کہ ان کی زندگی کا آخری دور چونکہ 'قرآنی حقائق سے متعارف' ہونے کا دور تھا، اس لئے ان کے اس دورِ سابق کے خیالات سند نہیں ہوسکتے جس میں قرآنی حقائق سے وہ 'جاہل و بے خبر' تھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''انکی اوّلین تحریروں کو ان کے خیالات کی ترجمانی کیلئے بطورِ سند پیش نہیں کرنا چاہئے۔''④

یاد رکھئے کہ اس معاملہ میں پوری حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبالؒ (بقول طلوعِ اسلام) آخری عمر میں پھر اسی تصوف کی طرف لوٹ گئے تھے جو علما کے ہاں بھی اور خود پرویز صاحب کے ہاں بھی اسلام کا مقصود ومطلوب☆ تھا۔ لیکن پرویز صاحب چونکہ اب خود تصوف کے خلاف ہوچکے تھے، اس لئے وہ یہ اُدھوری حقیقت تو پیش کرتے ہیں کہ اقبالؒ 'قرآنی حقائق سے متعارف' ہونے کے بعد تصوف کے قائل نہیں رہے تھے، لہٰذا ان کے سابقہ دور کے خیالات کو بطورِ سند پیش نہ کیا جائے۔ لیکن وہ یہاں اس حقیقت کو پردۂ اخفا میں رکھتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کے آخری دور میں پھر تصوف کے قائل ہوگئے تھے، اور یہ الفاظ کہ...... ''اقبال کے دورِ سابق کے خیالات کو بطورِ سند پیش نہیں کرنا چاہئے۔''...... خود 'مفکرِ قرآن' ہی کے سامنے ایک ایسا آئینہ پیش کردیتے ہیں جس میں اُنہیں دوبارہ اپنا چہرہ دیکھنا چاہئے، لیکن چونکہ وہ یہ آئینہ دیکھنا

④ طلوع اسلام، اگست، ستمبر ۱۹۶۴ء، ص ۱۲۴

☆ بعض لوگ تصوف کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: ایک تصوف تو وہ ہے جو آج ہمارے معاشروں میں پایا جاتا ہے، سلوک وطریقت کی منزلوں، وجد وعرفان کے طریقوں اور راگ ورقص کی خرافات کے ساتھ ساتھ اس میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود جیسے گمراہ عقائد بھی موجود ہیں۔ ابن عربی، منصور حلاج، جنید بغدادی اور دیگر مشہور صوفیا کی طرف اس کو منسوب کیا جاتا ہے، یہ تو وہ تصوف ہے جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں اور اسی تصوف کی حقیقت پر مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی 'شریعت وطریقت' کے نام سے کتاب لائق مطالعہ ہے۔ البتہ تصوف کا دوسرا مفہوم زہد وورع اور احسان یا اخلاص فی العمل وغیرہ کے معنی میں لیا جاتا ہے اور اس کو 'مطلوب تصوف' باور کیا جاتا ہے جبکہ محتاط طرزِ عمل یہ ہے کہ تصوف کی مشترک المعنی اصطلاح استعمال کرنے کی بجائے ان نیک خصائل کو دورِ خیر القرون کی طرح زہد واخلاص کے نام سے ہی متعارف کرایا جائے۔ (ح م)

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں چاہتے، اسلئے وہ خود تو علامہ کے دورِ ماضی کے خیالات کو پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے لیکن دوسروں کو وہ یہی حکم دیتے ہیں کہ وہ ایسا نہ کریں، اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت!

رہا 'مفکر قرآن' صاحب کی طرف سے نظر انداز شدہ حقیقت کا یہ حصہ کہ علامہ اقبالؒ اپنے آخری دورِ زندگی میں پھر تصوف کے قائل ہوگئے تھے تو اس کا ثبوت بھی طلوعِ اسلام ہی کی فائل سے پیش کیا جارہا ہے تا کہ 'مفکر قرآن' کی دھوکہ دہی اور فریب کاری طشت از بام ہو جائے:

> ''یاد رہے کہ تصوف کے متعلق اقبال کے نظریات ہمیشہ ہی متنازعہ رہے ہیں، کسی زمانہ میں وہ تصوف کے دل دادہ تھے، پھر ایک زمانہ آیا کہ وہ اس کو مسلمانوں کے زوال کا سبب سمجھنے لگے، اس زمانے میں اُنہوں نے 'تصوف؛ شعبدہ بازیوں کی کمند' جیسا مضمون تحریر کیا، اس کے علاوہ وہ تصوف کو اسلام کی سرزمین میں اجنبی پودا بھی کہا کرتے تھے، اور اس کے بعد عمر کے آخری حصے میں پھر اسی طرف آگئے۔''④

اب رہا یہ سوال کہ علامہ اقبالؒ کس تصوف کو مسلمانوں کے زوال کا سبب سمجھتے تھے اور کس تصوف کے وہ عمر بھر دلدادہ رہے، اور کس تصوف کو وہ سرزمین اسلام میں عجمی پودا قرار دیتے تھے تو اس پر میں پرویز کے پورے لٹریچر کی روشنی میں کبھی تفصیلی مقالہ لکھوں گا۔ ان شاء اللہ

آٹھواں اختلاف بسلسلۂ 'خلافتِ الٰہیہ'

مصورِ پاکستان علامہ اقبالؒ اور 'مفکرِ قرآن' پرویز صاحب کے درمیان دوسرا اختلافی مسئلہ انسان کا خلیفۃ اللہ ہونا ہے۔ پرویز صاحب اس کے قائل نہیں ہیں جبکہ علامہ اقبالؒ حضرت انسان کی نیابتِ الٰہیہ کے قائل ہیں۔ ان کا یہ موقف مندرجہ ذیل اشعار میں مذکور ہے:

نائب حق در جہاں بودن خوش است
بر عناصر حکمراں بودن خوش است⑤

''دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہونا اور عناصر فطرت پر حکمرانی کرنا کیا خوب ہے۔''⑥

نائب حق، ہمچو جانِ عالم است
ہستی او ظل اسم اعظم است⑦

---

④ طلوع اسلام، جون ۱۹۸۵ء، ص ۱۱
⑤ اسرار و رموز، ص ۱۱۴
⑥ اسرار و رموز، ص ۱۱۴ تا ۱۱۵
⑦ اسرار و رموز، ص ۱۱۴ تا ۱۱۵

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

"نائب حق، اس کائنات کی جان کی مانند ہے اور اس کا وجود اسم اعظم کا سایہ ہے۔"⑧

لیکن پرویز صاحب نہ تو خلافتِ الٰہیہ کے قائل ہیں اور نہ ہی انسان کو خلیفة الله مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ تصور ہی غیر قرآنی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

① اصل یہ ہے کہ اس قسم کے باطل تصورات کا بنیادی سبب وہ عقیدہ ہے جو ہمارے ہاں صدیوں سے چلا آرہا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ یہ عقیدہ قرآنی تعلیم کے یکسر خلاف ہے۔⑨

② یہ جو ہمارے ہاں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ خدا نے آدم کو اپنا خلیفہ بنایا تو یہ تصور غیر قرآنی ہے۔ قرآن میں کہیں نہیں آیا کہ خدا نے آدم کو اپنا خلیفہ بنایا ہے، یہ عیسائیت کا تصور ہے۔⑩

③ ہمارے ہاں ایک غلط تصور یہ بھی رائج ہے کہ انسان دنیا میں خدا کا خلیفہ ہے (خليفة الله في الأرض) یہ تصور بھی قرآن کے خلاف ہے۔⑪

انسان کا خلیفۃ اللہ ہونا، وہ موقف ہے جو پرویز صاحب کے نزدیک قطعی خلافِ قرآن ہے جبکہ علامہ اقبالؒ اسے ایک اسلامی حقیقت قرار دیتے ہیں۔ بہرحال اس بارے میں صحیح شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟ چونکہ یہ ایک مستقل موضوع ہے، اس لئے محض علامہ اقبال اور پرویز میں اس فکری تضاد کی نشاندہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

نواں اختلاف بسلسلۂ تقلید

علامہ اقبالؒ اور پرویز صاحب کے درمیان واقع اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ تقلید کا مسئلہ بھی ہے۔ تقلید کی شرعی حیثیت سے قطع نظر کرتے ہوئے ایک تاریخی حقیقت کے طور پر اگر اس مسئلہ کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ پرویز صاحب تقلید کے خلاف ہیں، جبکہ علامہ اقبالؒ اس دورِ پُرفتن میں تقلیدِ اسلاف پر زور دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس عنوان کے تحت کہ 'در معنیٔ ایں کہ درزمانۂ انحطاط 'تقلید از اجتہاد اولیٰ تر است' فرماتے ہیں:

عہد حاضر فتنہ ہا زیر سر است   طبع نا پروائے او آفت گر است

---

⑧ اسرار ورموز، ص ۱۱۴ تا ۱۱۵
⑨ طلوع اسلام، جون ۱۹۷۳ء، ص ۱۶
⑩ طلوع اسلام، ستمبر ۱۹۷۳ء، ص ۳۸
⑪ تفسیر مطالب الفرقان، جلد دوم، ص ۶۴

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

بزم اقوام کہن برہم ازو | شاخسار زندگی بے نم ازو
جلوہ اش مارا زما بیگانہ کرد | ساز مارا از نوا بیگانہ کرد
از دل ما آتش دیرینہ بُرد | نور و نار لا إلٰہ از سینہ برد
مضمحل گردد چوں تقدیم حیات | ملت از تقلید می گیرد ثبات
راہ آباء رو کہ ایں جمعیت است | معنی تقلید ضبط ملت است ⑫

''موجودہ دور اپنے اندر بہت سے فتنے رکھتا ہے، اس کی بے باک طبیعت سراپا آفت ہے۔ عہدِ حاضر نے گذشتہ اقوام کی بزم کو برہم کردیا اور زندگی کی شاخوں کو نمی سے محروم کردیا۔ دورِ جدید کے جلوؤں نے اپنا آپ بھلا دیا ہے، اور ہمارے سازِ زندگی کو نغمہ سے محروم کردیا۔ اس نے ہمارے دل سے عشق کی قدیم آگ چھین لی ہے اور ہمارے سینوں سے لا الٰہ کا نور ونار نکال دیا ہے۔ جب زندگی کی ساخت کمزور پڑ جاتی ہے تو اس وقت قوم تقلید ہی سے استحکام پاتی ہے۔ اپنے آبا کے راستے پر چل کر اسی میں جمعیت ہے۔ تقلید کا مطلب ملت کو ایک ضبط کے تحت لانا ہے۔''⑬

قدرے اور آگے چل کر وہ فرماتے ہیں :

اے پریشاں محفل دیرینہ ات | مُرد شمع زندگی در سینہ ات
نقش بر دل معنی توحید کن | چارۂ کار خود از تقلید کن
اجتہاد اندر زمان انحطاط | قوم را برہم ہمیں پیچد بساط
ز اجتہاد عالمانِ کم نظر | اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر ⑭

''اے مسلمان! تیری قدیم محفل پریشان ہوچکی، اور تیرے سینے میں شمع زندگی بجھ گئی۔
اپنے دل پر دوبارہ نقش توحید کندہ کر، اور تقلیدِ اسلاف سے چارہ سازی کر۔
انحطاط کے زمانہ میں اجتہاد قوم کا شیرازہ بکھیر دیتا اور اس کی بساط لپیٹ دیتا ہے۔
کوتاہ نظر عالموں کے اجتہاد سے، اسلاف کی پیروی زیادہ محفوظ راستہ ہے۔''⑮

لیکن پرویز صاحب تقلید کی زبردست مخالفت کرتے ہوئے اسے اللہ کے حضور ناقابل

---

⑫ اسرار ورموز، ص ۷۵ تا ۷۵
⑬ اسرار ورموز، ص ۷۵ تا ۷۵
⑭ اسرار ورموز، ص ۷۶ تا ۷۷
⑮ اسرار ورموز، ص ۷۶ تا ۷۷

قبول عمل بلکہ ناقابل معافی جرم قرار دیتے ہیں اور روشِ تقلید کو دخولِ جہنم کا سبب گردانتے ہیں، چنانچہ وہ بڑی بلند آہنگی کے ساتھ یہ کہتے ہیں:

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تقلید کو حرام قرار دے کر نیز کتاب اللہ میں یہ تصریح فرما کر کہ اللہ تعالیٰ تقلید کو قبول نہیں کرے گا، نہ آخرت میں مقلد کو معذور اور قابل معافی سمجھے گا، بالواسطہ ہر ایک کے لئے خود اعتقادی کے ساتھ دین کا استدلالی علم سیکھنا فرض قرار دیا ہے۔''⑯

''قرآن کے نزدیک عقل وفکر سے کام نہ لینا اور دوسروں کی اندھی تقلید کئے جانا، ایسی روش ہے جو اَفراد اور اَقوام دونوں کو جہنم میں جا گراتی ہے۔''⑰

'مفکرِ قرآن' جناب پرویز صاحب کے ان اقتباسات کی روشنی میں مصورِ پاکستان جناب علامہ اقبالؒ کا دنیا و آخرت میں جو مقام قرار پاتا ہے، وہ واضح ہے لیکن چونکہ کلامِ اقبالؒ کے 'شارح' اور فکرِ اقبالؒ کے 'وارث' ہونے کی حیثیت سے، اُنہیں یہ گوارا نہیں کہ علامہ اقبالؒ واصل جہنم ہوں، اس لئے وہ علامہ اقبالؒ کے نظریۂ تقلید کی بابت یہ توجیہ کرتے ہیں:

''اقبال حامل وحی نہ تھے کہ اُنہیں کسی مسئلہ میں غلطی نہ لگتی۔ اُنہوں نے یہ کچھ اپنی فکر کے ابتدائی ایام میں کہا تھا، لیکن جب (بعد میں) ان کی فکر میں پختگی اور مطالعہ میں مزید وسعت اور گہرائی پیدا ہوئی تو اُنہوں نے خود ہی اس رائے کو بدل دیا۔''⑱

یہ توجیہ اگر درست بھی ہو، تب بھی یہ سوال اپنی جگہ قائم رہتا ہے کہ پرویز صاحب نے علامہ اقبالؒ کی بدلی ہوئی رائے کے مطابق کیا واقعی ترکِ تقلید کا مسلک اپنا لیا تھا؟ جبکہ ہم خود دیکھتے ہیں کہ پرویز اپنے آخری سانس تک مقلد بنے رہے ہیں اور انتہائی جامد قسم کی تقلید پر قائم رہے ہیں، اندھے کی لاٹھی کے سہارے روشِ تقلید پر گامزن رہے ہیں۔ زندگی کے کسی مرحلے میں بھی، وہ تقلید کے بندھن سے آزاد نہیں ہوئے۔ یہ الگ بات ہے کہ اُنہوں نے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ یا امام احمدؒ بن حنبل کی تقلید کی بجائے 'امام' ڈارون، 'امام' مارکس، 'امام' رینان اور 'امام' ان ون وغیرہ کی تقلید کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ نفس تقلید اگر واقعی کوئی معیوب چیز ہے تو خواہ یہ قدیم کی ہو یا جدید کی ہر نوع کی تقلید معیوب ہے لیکن 'مفکرِ قرآن'

---

⑯ طلوع اسلام، مارچ ۱۹۵۹ء، ص ۳۰ ⑰ طلوع اسلام، دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۶۲

⑱ طلوع اسلام، اگست ۱۹۵۸ء، ص ۲۶

www.KitaboSunnat.com

صاحب تھے کہ وہ تقلید کو دو قسموں میں تقسیم کرکے ایک قسم کی تقلید کی زبردست مخالفت کیا کرتے تھے اور دوسری قسم کی تقلید کو جامد انداز میں اپنائے ہوئے تھے۔ اسلافِ صالحین کی پیروی و اطاعت کا معاملہ ہوتو وہ ایک لمبی آہ سرد بھر کر، آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے یہ کہا کرتے تھے کہ ع آہ! محکومی وتقلید وسوال تحقیق

لیکن ائمہ مغرب کی تقلید کا معاملہ ہوتو ان کے 'دل کی پوشیدہ بے تابیاں' اور 'دیدہ ترکی بے خوابیاں' ان کے 'نالہ نیم شب کا نیاز' اور ان کے 'خلوت و انجمن کا گداز' اسے 'وقت کا تقاضا' قرار دے کر سندِ جواز بخش دیتا تھا۔ حالانکہ اقبالؒ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک 'تقلیدِ مغرب' کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ اور یہ کسی ماں کے لعل کے بس کا روگ نہیں ہے کہ وہ تقلیدِ جامد کے حق میں کوئی ایسی توجیہ پیش کرسکے جیسی پرویز صاحب نے تقلیدِ قدیم کی مخالفت میں کی ہے جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ڈارون، مارکس اور دیگر ائمہ مغرب کی تقلید سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مرتبہ یہ بہتر ہے کہ مسلم فقہا میں سے کسی کی اتباع کی جائے، لیکن پرویز صاحب نام کے 'غلام احمد' تھے، کام کے 'غلام احمد' نہ تھے اور اصلاً وہ 'غلامِ مغرب' تھے، اس لئے اُنہیں فقہاے اربعہ کی صورت میں 'غلامانِ احمد' کی بجائے فرنگی تہذیب کے 'عالمانِ مغرب' ہی عزیز تر تھے، اس لئے وہ اُن ہی کی تقلید و پیروی کرتے رہے ہیں، جس کے نتیجے میں 'مفکرِ قرآن' نے بڑی جانگسل محنتوں اور جگر پاش مشقتوں کے ساتھ قرآن مجید سے وہ کچھ کشید کرڈالا جسے اہل مغرب بغیر کسی قرآن کے پہلے ہی سے اپنائے ہوئے ہیں۔

دسواں اختلاف معجزات کے بارہ میں

علامہ اقبالؒ اور پرویز صاحب میں جو اُمور مختلف فیہ تھے، ان میں ایک بڑا اور اہم اختلاف معجزات کے بارے میں بھی تھا۔ اوّل الذکر کے بارے میں مؤخر الذکر خود شہادت دیتے ہیں کہ

''آپ رسول اللہ ﷺ کے معجزات کے قائل تھے۔''⑲

صرف رسول اللہ ﷺ ہی کے نہیں بلکہ علامہ اقبالؒ جملہ انبیا کے جملہ معجزات کے قائل تھے۔لیکن اس کے برعکس پرویز صاحب معجزات کے قطعی منکر تھے۔اگرچہ انکارِ معجزات کا

⑲ تصوف کی حقیقت، ص ۲۶۹

www.KitaboSunnat.com

مسلک اپنانے سے قبل ان پر ایک ایسا دور بھی گزرا ہے، جبکہ وہ انبیاے متقدمین کے معجزات کے (بظاہر) قائل تھے، اور معارف القرآن نامی سلسلۂ کتب میں وہ ان معجزات کو تسلیم کرتے رہے ہیں، لیکن ان ہی کتب کو جب 'جوئے نور'، 'برقِ طور' اور 'شعلۂ مستور' وغیرہ کتب میں ڈھالا تو ہر معجزے کا انکار کردیا، اور جن آیات میں ان معجزات کا ذکر ہے، اُنہیں مجازی معانی کی آڑ میں اپنی بدترین تحریفات کا اس طرح نشانہ بنایا کہ (ماضی کے) فرقہ باطنیہ کی طرف سے قرآن کے باطنی معانی کی آڑ میں کی گئی تحریفات بھی 'مفکرقرآن' کی تحریفات کے سامنے ماند پڑ گئیں۔ان تحریفات کا تفصیلی پوسٹ مارٹم کرنا چونکہ میرے پیش نظر نہیں ہے، اس لئے میں بڑے اختصار کے ساتھ قرآن میں مذکور صرف ان معجزات تک ہی اپنی بحث کو محدود رکھنے پر مجبور ہوں جو علامہ اقبالؒ اور پرویز صاحب کے درمیان مختلف فیہ رہے ہیں۔

گیارہواں اختلاف 'آگ اور معجزۂ ابراہیمی'

علامہ اقبالؒ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس معجزہ کے قائل ہیں جسے قرآنِ کریم نے ﴿يٰنَارُ كُوْنِي بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ﴾ کے الفاظ میں پیش کیا ہے، وہ تلمیحاً اس کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

ز انکہ مارا فطرتِ ابراہیمی است ہم بہ مولیٰ نسبت ابراہیمی است
از تہ آتش براندازیم گل نارِ ہر نمرود را سازیم گل
شعلہ ہائے انقلاب روزگار چوں بباغ مارسد گردد بہار[۲۰]

"(یعنی) چونکہ ہماری فطرت ابراہیمی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ہماری نسبت بھی ابراہیمی ہے۔
اس لئے ہم ہر آگ کے اندر سے پھول کھلاتے ہیں اور ہر نمرود کی آگ کو گلستان بنادیتے ہیں۔
جب زمانے کے انقلابات کے شعلے ہمارے باغ تک پہنچتے ہیں تو وہ بہار بن جاتے ہیں۔"[۲۱]

علامہ اقبالؒ کے یہ اشعار اس امر کی دلیل ہیں کہ وہ نارِ نمرود کے گل وگلزار ہوجانے کے معجزۂ ابراہیمی کے قائل و معتقد تھے جبکہ 'مفکرِ قرآن' اس کے قطعی منکر ہیں اور اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ قومِ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکنے کا منصوبہ تو بنایا تھا لیکن

---

[۲۰] اسرار و رموز، ص ۲۶۶ [۲۱] اسرار و رموز، ص ۲۶۷

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

حضرت ابراہیمؑ اس سے پہلے کہ وہ اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہوتے وہاں سے ہجرت فرما گئے۔ چنانچہ پرویز صاحب لکھتے ہیں:

''اس سرکش قوم نے اپنے جوشِ انتقام میں یہ منصوبہ باندھا کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ کے انبار میں ڈال دیا جائے تاکہ ان کے معبود روز روز کی تحقیر و تذلیل سے محفوظ ہوجائیں، لیکن قبل اس کے کہ وہ ان پر ہاتھ ڈالتے، اب حکم خداوندی کے مطابق وہاں سے چپکے سے ہجرت کرگئے اور یوں وہ قوم اپنے ارادوں میں ناکام رہی۔''(۴۲)

'مفکرِ قرآن' یا کسی منکرِ حدیث سے یہ مت پوچھئے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے جانے سے پہلے ہی ہجرت فرما گئے تھے، تو پھر اللہ کو آگ سے مخاطب ہوتے ہوئے کس کے لئے اور کیوں یہ کہنے کی ضرورت پڑی کہ ''اے آگ! تو سلامتی کے ساتھ ابراہیم پر ٹھنڈی ہوجا'' ورنہ انکارِ معجزہ کی یہ پوری عمارت، دھڑام سے نیچے آن گرے گی۔

یہاں قارئین کرام کے لئے یہ بات حیرت اور دلچسپی کا باعث ہوگی کہ 'جوئے نور' کی تصنیف سے پہلے 'معارف القرآن' جلد سوم جب تصنیف کی گئی تھی تو حضرت ابراہیمؑ کے آگ میں ڈالے جانے کا واقعہ اوران پر آگ کی حرارت کے بے اثر ہوجانے کا معجزہ صفحہ ۲۷ پر خود پرویز صاحب نے بیان کیا تھا۔لیکن جب 'جوئے نور' میں سرگزشتِ ابراہیمؑ کو منتقل کیا گیا تو یہ موقف اپنایا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ تو آگ میں ڈالے جانے سے پہلے ہی نقل مکانی فرما چکے تھے، یوں اعترافِ معجزہ سے بال بال بچ جانے کا یہ حیلہ تراشا گیا۔ اب رہی سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۶۹، جو اس معجزہ کی اصل و اساس ہے اور جس میں آگ کو حضرت ابراہیمؑ پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوجانے کا حکمِ خداوندی مذکور ہے، تو اسے 'جوئے نور' میں دیدہ دانستہ حذف کردیا گیا کیونکہ اب یہ آیت 'مفکرِ قرآن' صاحب کے تبدیل شدہ موقف کے خلاف تھی، اور اس سے بھی عبرتناک بات یہ ہے کہ 'مفکرِ قرآن' بڑے دھڑلے سے یہ اعلان بھی کرتے رہے ہیں:

''طلوعِ اسلام اسے بدترین جرم سمجھتا ہے کہ قرآن کی کسی آیت کو اس لئے سامنے نہ لایا جائے کہ وہ اس کے کسی پیش کردہ مسئلہ کے خلاف جاتی ہے۔''(۴۳)

(۴۲) جوئے نور، ص۱۲۳
(۴۳) طلوع اسلام، ۲۳ جولائی ۱۹۵۵ء ص۱۲

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اگرچہ تفسیر قرآن کے لئے وہ اس اُصولی ہدایت پر بھی زور دیتے ہیں جو محض لطفِ وعظ کے لئے ہے، عمل کے لئے نہیں ہے:

''آپ جس موضوع کے متعلق معلوم کرنا چاہیں کہ قرآن نے اس باب میں کیا کہا ہے، قرآن کے وہ تمام مقامات، آپ کے سامنے ہوں، جن میں اس نے اس موضوع کے متعلق کچھ کہا ہے، صراحتہً، کنایۃً، استعارۃً، تائیداً، تردیداً، اسے تصریفِ آیات کہتے ہیں۔''[۴۴]

اور خلافِ مطلب آیات سے چشم پوشی کرنا، شاید صرف عن الآیات یا تصرف فی الآیات کہلاتا ہے۔

بارھواں اور تیرھواں اختلاف بسلسلۂ معجزۂ عصائے موسیٰ

عصائے موسوی کے حوالہ سے قرآن میں بیان کردہ معجزات میں سے دو معجزوں کا ذکر علامہ اقبالؒ نے الوقت سیف کے زیرعنوان ان الفاظ میں کیا ہے:

سنگ از یک ضربت او تر شود
بحر از محرومی نم بر شود[۴۵]

''اس کی ایک ضرب سے پتھر پانی ہوجاتے ہیں اور سمندر پانی سے محروم ہوکر خشکی بن جاتا ہے۔''[۴۶]

دوسرے معجزہ کا ذکر اسی نظم میں ایک اور شعر میں بھی یوں کیا گیا ہے:

سینۂ دریاے احمر چاک کرد
قلزمے را خشک مثل خاک کرد[۴۷]

''اُنہوں نے بحر احمر کا سینہ چاک کردیا اور سمندر کو مٹی کی مانند خشک بنا دیا۔''[۴۸]

﴿وَإِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ﴾ (البقرۃ:۶۰)

''اور پھر (وہ واقعہ یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تھا، اور ہم نے حکم دیا تھا کہ 'اپنی لاٹھی سے پہاڑ کی چٹان پر ضرب لگاؤ' (تم دیکھو گے کہ پانی تمہارے لئے موجود ہے، موسیٰ نے اس حکم کی تعمیل کی) چنانچہ بارہ چشمے پھوٹ نکلے، اور تمام لوگوں نے اپنے اپنے

[۴۴] طلوعِ اسلام، جولائی ۱۹۷۴ء ص ۱۸ [۴۵] تا [۴۸] اسرار و رموز، ص ۱۶۸، ۱۶۹

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

پینے کی جگہ معلوم کرلی۔''

آیت مع ترجمہ پرویز پیش کردی گئی۔ یہ ترجمہ معارف القرآن، جلد سوم رصفحہ ۲۷۴ سے ماخوذ ہے۔اس وقت پرویز صاحب معجزات کے قائل تھے،لیکن بعد میں جب اُنہوں نے انکارِ معجزات کا مسلک اپنایا تو پھر اسی آیت کا مفہوم مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش فرمایا:

''تم اپنی تاریخ کے اس واقعہ کو بھی یاد کرو جب تمہیں پانی کی دقت ہوئی اور موسیٰ نے اس کے لئے ہم سے درخواست کی تو ہم نے اس کی رہنمائی، اس مقام کی طرف کردی جہاں پانی کے چشمے مستور تھے۔ وہ اپنی جماعت کو لے کر وہاں پہنچا، چٹان پر سے مٹی ہٹائی تو اس میں سے ایک دو نہیں بلکہ اکٹھے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، اس نے ان چشموں کو نامزد کردیا اور ہر قبیلہ کو بتادیا کہ ان کا چشمہ کون سا ہے؟''[۲۹]

اس مفہوم میں ضربِ عصا کے نتیجہ میں بارہ چشموں کے پھوٹ نکلنے کا معجزہ تلاش کرپانا بجائے خود معجزہ ہوگا، جبکہ آیت کے مقابل دیے ہوئے ترجمہ پرویز میں معجزے کا ذکر واضح ہی ہے۔شعر اقبال اور آیت کے مفہومِ پرویز میں ضربِ عصاے موسوی کے معجزہ کی بابت دونوں کا اختلاف واضح ہے۔

❁ دوسرا معجزہ انفلاقِ بحر کا معجزہ ہے، آیت مع ترجمہ پرویز ملاحظہ فرمائیے:

﴿فَاَوْحَيْنَا إِلـٰى مُوْسىٰ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ﴾ (الشعراء:۶۳)

''اور ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اپنے عصا سے سمندر کو مارو، پس وہ پھٹ گیا اور ہر حصہ ایک بڑے تودے کی طرح تھا۔''[۳۰]

اب اسی آیت کا وہ مفہوم بھی ملاحظہ فرمائیے جو پرویز صاحب نے انکارِ معجزات کا مسلک اپنانے کے بعد پیش کیا ہے:

''چنانچہ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی جماعت کو لے کر (فلاں سمت سے) سمندر (یا دریا) کی طرف چلو اور وہاں سے انہیں اس راستے سے پار لے جاؤ جو خشک ہوچکا ہے۔''[۳۱]

---

[۲۹] مفہوم القرآن،ص ۲۱
[۳۰] ترجمہ ماخوذ از معارف القرآن، ج ۳،ص ۲۶۰
[۳۱] مفہوم القرآن،ص ۸۴۱

www.KitaboSunnat.com

اقبالؒ کا نام ذریعہ مطلب برآری

علامہ اقبالؒ اور پرویز صاحب کے یہ چند اختلافات، مشتے نمونہ از خروارے محض سرسری طور پر پیش کئے گئے ہیں، ورنہ اگر غائر نگہی سے جملہ اختلافات کا کھوج لگایا جائے تو ایسے کثیر التعداد اختلافات کی کثرت پر انسان انگشت بدنداں رہ جائے۔ تصوف کے اُمور میں تو اقبال اور پرویز کے اختلافات کی بہت سی مثالیں خود پرویز صاحب نے اپنی کتاب 'تصوف کی حقیقت' میں پیش کی ہیں، لیکن اقبالؒ کے ساتھ اس قدر برسر اختلاف رہنے کے باوجود بھی پرویز صاحب نہ صرف یہ کہ اقبالؒ کے بارے میں انتہائی نرم گوشہ رکھتے تھے، بلکہ وہ خود کو (اور طلوعِ اسلام کو) فکرِ اقبال کا شارح اور وارث قرار دیتے تھے:

> ''فکرِ اقبال کی یہ متاعِ عزیز، آج بزمہائے طلوعِ اسلام کا بیش بہا سرمایہ ہے، اور یہ کاروانِ شوق اس سرمائے کا حقیقی وارث بھی ہے اور مخلص ترین امین بھی۔''[۴۲]

فکرِ اقبالؒ کی تفہیم، خدمت اور اشاعت اگرچہ دوسرے گوشوں سے بھی ہو رہی ہے، لیکن وابستگانِ طلوعِ اسلام، پیغامِ اقبالؒ کے صحیح اور حقیقی فہم کا واحد اور مؤثر ذریعہ...... اقبال کے ساتھ جملہ اختلافات کے باوجود...... صرف پرویز ہی کو تسلیم کرتے ہیں:

> ''اقبالؒ کو سمجھنے کے لئے تاریخ و فلسفہ کی وسیع واقفیت و استحضار کے ساتھ، قرآنِ حکیم پر بھی حکیمانہ نظر کی ضرورت ہے اور اقبال پر لکھنے اور بولنے والوں میں، یہ جامعیت خال خال نظر آتی ہے، اور خوش قسمتی سے پرویز صاحب کو فطرت نے ایسا ہی جامع ذہن عطا کیا ہے۔''[۴۳]

پرویز صاحب کے پورے لٹریچر اور طلوعِ اسلام کی مکمل فائل کی روشنی میں، اگر کوئی شخص، اُن کے اور مولانا مودودیؒ کے درمیان باہمی اختلافات کا جائزہ لے تو وہ ان کی تعداد ان اختلافات سے بہت کم پائے گا جو پرویز صاحب اور علامہ اقبالؒ کے درمیان پائے جاتے ہیں، لیکن 'مفکرِ قرآن' نے (عدل و انصاف، امانت و دیانت اور حق و صداقت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے) مودودیؒ صاحب کی مخالفت میں تو جس انتہائی شدت و غلظت، درشت خوئی اور تلخ نوائی سے کام لیا ہے، وہ ان کے اس دُہرے معیار اور جانبدارانہ رویے کا غماز ہے، جو وہ

---

[۴۲] طلوع اسلام، جولائی ۱۹۵۹ء، ص ۴۲ [۴۳] طلوع اسلام، فروری ۱۹۵۳ء، ص ۲۷

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

دونوں بزرگوں کی حقیقی قدر و قیمت متعین کرنے میں اختیار کیا کرتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ مودودیؒ صاحب سے چند اختلافات کے باوجود اور علامہ اقبالؒ سے کہیں زیادہ اختلافات کے باوجود، مولانا مودودیؒ کی انتہائی شدید مخالفت اور علامہ اقبالؒ کی بے تحاشا حمایت، آخر 'مفکر قرآن' نے کیوں کی؟

میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ اقبالؒ اور مودودیؒ، دونوں بین الاقوامی شہرت کی حامل شخصیتیں ہیں اور پرویز صاحب خود ہوسِ شہرت کے مریض تھے۔ 'پاپولیریٹی' اور ناموری پانے کے لئے اُنہوں نے ان دونوں عالمی شہرت یافتہ ہستیوں میں سے، ایک کی حمایت و پاسداری کو اور دوسرے کی مخالفت و معاندت کو حصولِ مقصد کا ذریعہ بنایا۔ علامہ اقبالؒ کی بھاری بھر شخصیت کی مدح سرائی کے نتیجہ میں حقیر سی آہنی کیل کو بھی وزنی لکڑی کے ساتھ تیرنے کا موقع مل گیا، اور دوسری طرف مولانا مودودیؒ کے ساتھ مسلسل ٹکراتے رہنے کو پرویز صاحب نے تمنا برآری کا ذریعہ سمجھا، یہ الگ بات ہے کہ چھپکلی خواہ کتنی ہی بلند بام ہوجائے، وہ بہرحال چھپکلی ہی رہتی ہے۔ اونچے شہتیروں اور بلند ستونوں سے اُلجھنے سے اس کی قدر ومنزلت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں مولانا مودودیؒ کی مخالفت میں یہ عامل بھی کارفرما نظر آتا ہے کہ چونکہ سیاسی میدان میں سیکولر مزاج حکمرانوں کی طرف سے مودودیؒ صاحب کی مخالفت پہلے سے موجود تھی، اس لئے پرویز صاحب نے یہ محسوس کیا کہ اگر وہ اسی مخالفت میں شامل ہوجائیں تو یہ روش ان کی شہرت میں اضافے کا باعث بھی ہوگی اور حکمرانوں کے بھی وہ منظورِ نظر رہیں گے، دوسری طرف اقبال کو قومی شاعر ہونے کی بنا پر اُمتِ مسلمہ میں جو احترام، عزت اور پذیرائی حاصل ہے، اس کی بنا پر ان کی حمایت و ہم نوائی، ان کی شہرت کے لئے موجبِ منفعت ہوگی، نام اقبال سے فائدہ اٹھانے کی یہ وہی ٹیکنیک ہے جو یہود و نصاریٰ جیسی گمراہ قوموں نے حضرت ابراہیمؑ وغیرہ کے ناموں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنا رکھی تھی جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے واضح ہے:

© rasailojaraid.com

حکومت کویت نے جب غلام احمد پرویز اور اس کے پیروکاروں پر کفر کا فتویٰ جاری کیا تو یہ لوگ بہت سٹپٹائے

''اس ناگہانی صورتحال کے نتیجے میں بزمِ طلوعِ اسلام کے سرکردہ پرویزیوں کا ایک وفد، ہنگامی طور پر اپنے مرکز گلبرگ لاہور سے کویت پہنچا، اور نجی سطح پر اپنا تمام تر اعلیٰ اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے، کویتی سرکاری فتویٰ کی تنسیخ کی سرتوڑ کوشش کی، ساتھ ہی ساتھ ملک معراج خالد اور دیگر بااثر پرویزی سرپرستوں سے، حکومتِ کویت اور بعض اہم شخصیات کے نام خطوط بھی لکھوائے گئے، جن میں غلام احمد پرویز کو نام نہاد مفکر قرآن کی حیثیت سے متعارف کرواتے ہوئے، علامہ اقبال کے فہم قرآن کا وارث قرار دیا گیا۔''[۳۴]

یوں کویت میں اقبال کے نام کو مقصد برآری کے لئے استعمال کیا گیا۔ لیکن بہرحال جب یہ ساری کوششیں ناکام ہوگئیں اور حکومتِ کویت نے اپنے فتویٰ کو برقرار رکھا تو بزمِ طلوع اسلام کی کویتی شاخ کے ذریعہ عدالتی چارہ جوئی کی گئی تاکہ یہ فتویٰ منسوخ ہوجائے اور ساتھ ہی مولانا احمد علی سراج کے خلاف بھی (جو اس کویتی فتویٰ کے اجرا میں مرکزی کردار تھے) ایک مقدمہ دائر کردیا گیا جس میں ان کی پرویزی مخالفت کو ذاتی مخالفت قرار دیا گیا۔ اس (ناکام) کوشش میں کامیابی پانے کے لئے، جو خیانت کارانہ ہتھکنڈے اختیار کئے گئے ان میں ایک درج ذیل ہے:

''یہاں ایک اور امر بھی قابل غور ہے جس سے بزمِ طلوع اسلام (پرویز لابی) کی ایک اور مکارانہ منافقت خوب عیاں ہوجاتی ہے، اپنی پٹیشن (Petition) میں اس بزم کے موجودہ سربراہ نے حیلہ و دھوکہ دینے کے لئے یہ موقف اختیار کیا کہ غلام احمد پرویز محض ایک شخص تھا جو ۱۹۸۵ء میں مرا۔ بزمِ طلوعِ اسلام، اس کے افکار ونظریات کی پابند نہیں، بلکہ یہ اقبال کے فکر قرآن کی ترجمان ہے، اور اُسی کو پھیلانے کے مشن پر گامزن ہے، اور اقبال سے عوام وخواص کا کوئی اختلاف نہیں، اور یہ کہ طلوعِ اسلام نام بھی اقبال ہی کی ایک نظم سے ماخوذ ہے، لہٰذا

[۳۴] مجموعہ فتاویٰ، ردِ پرویزیت، (از مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج، امیر تحریک ردّ پرویزیت، امیر انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کویت، مرشد دینی برائے حج ووزارتِ اوقاف: کویت، رئیس حلقات تعلیم القرآن (دعوۃ والتعلیم) کویت، ڈائریکٹر جنرل جامعہ سراج العلوم دارالقرآن، ڈیرہ اسماعیل خاں، پاکستان) جلد دوم، ص ۲۵

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

بزمِ طلوعِ اسلام کو کفر وارتداد سے مبرا قرار دیا جائے۔''(۳۵)

یوں یہ لوگ علامہ اقبال کے نام کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے، ان پرویزی حیلوں کے ساتھ استعمال کیا کرتے ہیں۔ سچ ہے:

ع عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے

پاکستان کے سیکولر حکمران (جن کی ذہنی نشو ونما مغربی نظریات کا دودھ پی پی کر ہوئی ہے) آج جس طرح کفر کی طاقتوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں، اور ملکی حدود میں جس طرح غیر ملکی سرمایہ کے بل پر NGOs، مسلمانانِ پاکستان میں فکری انتشار اور عملی فساد پیدا کر رہی ہیں، اُن کے ساتھ منکرین حدیث اپنے لٹریچر کے ذریعہ بالکل اسی طرح تعاون کر رہے ہیں جس طرح عہدِ نبوی میں منافقین مدینہ، کفر کی بیرونی طاقتوں کی حمایت و اعانت کیا کرتے تھے۔ خود طلوعِ اسلام کو بھی اس بات کا نہ صرف یہ کہ اعتراف ہے بلکہ اس پر فخر بھی ہے۔ چنانچہ 'عورتوں کے حقوق' پر بات کرتے ہوئے طلوعِ اسلام بڑے فخر و انبساط کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے:

''طلوعِ اسلام نے ہی اس کے لئے بہت کثیر تعداد میں مضامین و مقالات طبع کئے ہیں جن کا بہت مفید اثر، نہ صرف عوام پر ہوا ہے، بلکہ عورتوں سے متعلق این جی اوز نے ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ راقم سطور کا ذاتی تجربہ ہے کہ ان تمام این جی اوز میں طلوعِ اسلام کی شائع کردہ کتاب 'طاہرہ کے نام خطوط' موجود رہتی ہے جس میں عورتوں کے حقوق سے بحث کی گئی ہے۔ اس سے یہ این جی اوز وقتاً فوقتاً فائدہ اُٹھاتے رہتی ہیں۔''(۳۶)

پرویز صاحب کی ایسی ہی 'قرآنی خدمات' پر پیشوایانِ مغرب بڑے شاداں وفرحاں ہیں اور طلوعِ اسلام، عالم کفر میں پرویز صاحب کی پذیرائی اور قدر افزائی پر خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور بڑی مسرت وشادمانی کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے:

''ڈاکٹر Dr. Freeland Abbot امریکہ کی TUFTS یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کے صدر اور بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں، اُنہوں نے 'اسلام اینڈ پاکستان' کے نام سے ۱۹۶۸ء میں ایک بلند پایہ کتاب شائع کی تھی۔ اس میں اُنہوں نے فکرِ پرویز اور تحریکِ طلوعِ اسلام کے

(۳۵) مجموعہ فتاویٰ، ردِ پرویزیت، ص۲۶ (۳۶) طلوعِ اسلام، جون ۲۰۰۵ء، ص۲۹

www.KitaboSunnat.com

متعلق بڑی تفصیل سے دادِ تحسین دینے کے بعد کہا ہے کہ ......'پرویز صاحب اس وقت پاکستان کے سب سے بڑے فعال اسلامی ریفارمر ہیں' ...... یہ کتاب فکر پرویز کو دُور دراز گوشوں تک متعارف کرانے کا موجب بن گئی ہے۔''[۳۷]

علمبردارانِ کفر و طاغوت کے ہاں پرویز صاحب کی اس تعریف و تحسین سے، اور پھر طلوع اسلام کی اس پر انتہائی فرحت و مسرت سے، ایک بندۂ مومن کو علم الیقین حاصل ہوجاتا ہے کہ 'مفکر قرآن' صاحب ان لوگوں میں شامل ہیں جن کے متعلق قرآن کہتا ہے:

﴿أَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ﴾

اب غور طلب بات تو یہ ہے کہ پرویز صاحب کی جن 'قرآنی خدمات' اور جس 'انقلابی اسلام' سے یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان، کفر و الحاد کے پیشوا، لادینیت کے حامل دانشور اور سیکولرزم سے وابستہ مفکرین تو راضی اور خوش ہوں، مگر عالم اسلام کے علما ان 'قرآنی خدمات' اور اس 'انقلابی اسلام' کی بنا پر ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں 'مفکر قرآن' پر کفر کے فتوے لگا رہے ہیں تو خود سوچ لیجئے کہ یہ 'قرآنی خدمات' اور 'یہ انقلابی اسلام' محمد رسول اللہ ﷺ کے کام کی چیزیں ہیں یا اُن کے دشمنوں کے کام کی؟ (ختم شد)

---

[۳۷] طلوع اسلام، نومبر ۱۹۷۶ء، ص ۵۸

اگر آپ سمجھتے ہیں کہ

- محدث دفاعِ دین کے سلسلے میں نمایاں کردار ادا کر رہا ہے؟
- محدث کے ذریعے اُمتِ مسلمہ کی درست سمت میں رہنمائی کی جارہی ہے؟
- محدث کے مضامین علم و تحقیق کے بلند معیار پر پورے اُترتے ہیں؟
- محدث کے مطالعے سے آپ کی علمی معلومات میں قابل قدر اضافہ ہوتا ہے؟

تو پھر 'محدث' کو ہر اہم جگہ تک پہنچانے کے لئے اپنے حصہ کا فرض ادا کیجئے ......

آپ کی صرف ایک فون کال یا SMS پر محدث کا تازہ شمارہ یا نمونہ کے سابقہ شمارے مطلوبہ پتہ پر مفت ارسال کئے جاسکتے ہیں۔

0333-4244434